السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسئلہ تقدیر کی کیا اصلیت ہے اور کسب اور خلق میں کیا فرق ہے ؟ یعنی جن اشخاص کو خدا تعالی نے دوزخی بنا دیا ہے اور ان کو اسی کے لیے پیدا کیا تو پھر ان پر کیا الزام ہے ؟ اور پھر ان سے انبیاء کی اتباع و تصدیق کا مطالبہ کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟ ازراہ کرم کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسئلہ تقدیر کی اصلیت دو چیزیں ہیں ایک علم ایک قدرت، علم اس طرح کہ بندے کو جب خدا نے پیدا کیا تو اس نے نیکی کرنی تھی یا بدی۔ اس کا علم اللہ تعالی کو پہلے ہی تھا۔ سو اس کو لوح محفوظ کی صورت میں پہلے ہی لکھ دیا۔ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے لکھا اس لیے بندے نے کیا یہ غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بندے نے کرنا تھا۔ اس لیے اللہ تعالی نے لکھا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے قلم کو حکم ہوا ''اُکتب'' لکھ۔ قلم نے کہا ''ما اکتب'' (میں کیا لکھوں) حکم ہوا۔

«اکتب القدر فکتب ما کان وما ہو کائن الی الابد»

''ترجمہ:۔ تقدیر لکھ! پس قلم نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونا تھا لکھ دیا۔

بتلایئے! اس میں اللہ کا کیا قصور؟ ہاں اگر اللہ کا لکھنا بندے کے لیے رکاوٹ ہوتا تو پھر اعتراض کرنے والا اعتراض کر سکتا تھا کہ بندے کا کیا قصور؟ لیکن جب ایسا نہیں بلکہ بندے نے جو کچھ کرنا تھا قلم نے خدا کے حکم سے وہی لکھا۔ پھر اتنے پر بھی بندے کو نہیں پکڑا۔ بلکہ بندے نے جب فعل کر لیا اس وقت پکڑا۔ پس اب علم کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ رہا زیادہ وضاحت کے لیے اس کو یوں سمجھئے کہ اگر بالفرض خدا کو علم نہ ہوتا تو بھی بندے نے نیکی یا بدی کرنی تھی۔ تو اللہ تعالی کو علم ہونے سے کونسا جبر آ گیا۔

رہا قدرت کاملہ، سو یہ نہایت نازک ہے بڑے بڑے عقلاء اس میں حیران ہیں۔ خدا تعالی بندوں کو ہر طرح سے آزماتا ہے۔ بدنی آزمائشیں بھی آتی ہیں، عقلی بھی۔ تقدیر کا مسئلہ عقلی آزمائش ہے مگر اس کو ایسا بھی نہیں کیا کہ بالکل مبہم رکھا ہو۔ بلکہ ایمان کے لیے جس قدر ضرورت تھی اتنا پردہ اٹھا دیا۔ تفصیل اس کی یہ کہ ہر مخالف موافق اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالی ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جبر جیسا کوئی نقص نہیں۔ ایک تو اس میں حکمت کا خلاف ہے کہ خود ہی ایک فعل کرے اور اس پر سزا دے۔ دوسرے اس میں بندے کو ناحق تکلیف دینا ہے۔ جس کو ادنٰی سے ادنٰی عقل والا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ ایک کی جان دکھ میں ہو۔ دوسرے کا تماشہ، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے۔ جس کا اثر اس کا خالق ہونا ہے۔ اگر بندہ بھی خالق ہو تو یہ شرک فی الربوبیت ہے جو بڑا شرک ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بندہ مجبور بھی نہیں اور مختار مطلق بھی نہیں۔ بلکہ اس کی حالت بین بین ہے جس کو کسب اور اکتساب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس ایمان کے لیے اتنی معرفت کافی ہے۔ کیونکہ ایمان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت شے کا علم ہو تب ایمان لائے۔ دیکھیے روح کی حقیقت ہم نہیں جانتے لیکن اس کے آثار کی وجہ سے ہم مانتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی ذات وصفات پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن کنہ و حقیقت کا علم نہیں ٹھیک اسی طرح کسب واکتساب کو سمجھ لینا چاہیے۔ اس کے آگے بحث میں خیر نہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مسئلہ تقدیر میں بحث سے منع فرمایا ہے۔ میرے ذہن میں اس کے متعلق بہت سے مضامین ہیں۔ کوئی موقع ہوا تو تفصیل ہوگی۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الایمان، مذاہب، ج1ص132

محدث فتویٰ